مولانا اصلاح الدین حقانی۔ فاضل دار العلوم حقانیہ
مدرس دار العلوم الاسلامیہ بکی مروت

دورِ تابعین میں
مفسرین کے امام

حضرت مجاہد بن جبرؒ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور بلا ریب یہ وعدہ پورا فرمایا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ قرآن کو اپنے سینے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں منتقل کر دیا۔ انہوں نے اسے صحیح و سالم اپنے تلامذہ تک پہنچایا۔ اور یہی سلسلہ آج تک جاری ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کے صرف لفظی حفظ پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اس کے معانی و مطالب کو سیکھا۔ اس کے احکام و مصالح، پند و نصائح اور رموز و معارف کو ازبر کرتے رہے۔ اور پھر منصب نبوت کی ترجمانی کرتے ہوئے فریضہ ابلاغ بھی ادا کیا۔ چنانچہ قرآن مجید جس طرح لفظ و نظم کے لحاظ سے آج تک محفوظ رہا۔ اسی طرح معانی و مطالب کے لحاظ سے بھی اس میں الحاد و زندقہ کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

لیکن قرآن مجید کی تفسیر و قرأت میں خیر القرون اور ان کے بعد ہر طبقہ میں ایک گروہ نے خصوصی کردار ادا کیا اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اسی راہ میں وقف کر دیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ میں سے بعض صحابہ قرآن مجید کی اس خدمت میں پیش پیش رہے اسی طرح تابعین، تبع تابعین اور مابعد کے زمانوں میں علماء کے ایک گروہ نے اس پر خصوصی توجہ دی جن کو ہم مفسرین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ہمارے موضوع کا تعلق دورِ تابعین میں مفسرین کے امام حضرت مجاہد بن جبرؒ اور ان کی علمی خدمات میں سے ہے

نام و نسب | ابو الحجاج امام مجاہد بن جبر القرشی المخزومی مکہ کے رہنے والے تھے۔ یہیں معارف نبوت سے خوشہ چینی کی۔ اور حبر الامۃ ابن عباسؓ سے قرآن فہمی میں استفادہ کیا۔ بعض لوگ آپ کا نام مجاہد بن جبیرؒ بتاتے ہیں لیکن مشہور اور راجح مجاہد بن جبرؒ ہے۔ آپ قبیلہ بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو قرشی اور مخزومی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے مالک کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ائمہ قیس بن السائب رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہیں۔ خود آپ سے سورۃ البقرہ کی آیت وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین

(الآیۃ) کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ یہ آیت میرے آقا قیس بن السائب رضؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور عبد الرحمن بن مہدی، مصعب، علی بن المدینی، محمد بن سعد اور بعض دیگر ائمہ کی یہی رائے ہے جب کہ امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے خیال میں آپ کے آقا حضرت عبداللہ بن السائبؓ تھے۔ ان کا استدلال حضرت اعمشؒ کے واسطے سے آپ کی اس روایت سے ہے جس میں آپ فرماتے ہیں :-

"حدثنی مولائی عبداللہ بن السائب الخ"۔

یعنی مجھے میرے آقا عبداللہ بن السائب نے حدیث بیان کی۔

تیسرا قول علامہ ذہبی اور امام عبدالغنی المقدسی کا ہے۔ کہ آپ حضرت عبداللہؓ کے والد سائب بن ابی السائب کے غلام تھے[1]

یہ رائے بھی آپ ہی کی ایک روایت پر مبنی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "میں اپنے نابینا آقا سائبؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے جایا کرتا تھا۔ وہ سورج کے ڈھلنے کا پوچھتے رہتے اور جب میں کہتا کہ ہاں سورج ڈھل گیا ہے تو آپ ظہر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

ولادت و وفات: آپ ۲۱ھ کو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مکہ میں پیدا ہوئے اور مشہور روایت کے مطابق مکہ ہی میں ۱۰۴ھ کو تراسی سال کی عمر میں بحالت سجدہ وفات پائی۔ یہ قول یحییٰ بن سعید القطانؒ کا ہے۔ تاریخ وفات میں اور اقوال بھی ہیں چنانچہ ۱۰۰ھ، ۱۰۱ھ، ۱۰۲ھ اور ۱۰۳ھ کے اقوال کا ذکر بھی کیا گیا ہے[2]

حلیہ: آپ قد کے چھوٹے تھے جس کا ثبوت حضرت طاؤس کے ان الفاظ سے ملتا ہے جن میں آپ کو مخاطب کرکے وہ فرماتے ہیں:-

"اگر میرے طویل قد کا کچھ حصہ آپ کو دیا جائے اور آپ کی کوتاہ قدمی سے مجھے حصہ ملے تو ہم دونوں قد و قامت کے لحاظ سے دو موزوں آدمی بن جائیں گے"[3]

آخر عمر میں داڑھی اور سر کے بال سفید ہو گئے تھے مگر سیاہ خضاب لگانا ناپسند فرماتے۔ نہایت سادہ قسم کا لباس زیب تن فرماتے۔ اور تکلف و تصنع سے دور رہتے تھے۔

اخلاق و عادات: علامہ ابن سعدؒ اور ابن حبانؒ آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ بلند پایہ عالم، فقیہ، کثیر الحدیث، متورع، ثقہ، متقی، اور متقن تھے۔ ان اوصاف کے باوجود آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج شخص تھے۔ ہمیشہ سوچوں میں غرق رہتے۔ اعمشؒ فرماتے ہیں:-

---

[1] طبقات المفسرین للذہبی ج ۲ ص ۳۰۵، ۳۰۶ [2] تہذیب الکمال ج ۴ ص ۱۳۰۵ [3] تفسیر مجاہد ص ۴۰

"جب مجاہدؒ سے میری ملاقات ہوتی۔ تو اس کی شخصیت مجھے ایک ممتذل اور بے وقار شخصیت نظر آنے لگتی جیسے وہ کوئی شتربان یا گدھے کا مالک ہو جو اپنا گدھا گم ہو جانے پر پریشان ہو۔ اور اس کے لئے فکر مند ہو۔ مگر جب آپ بولتے تو آپ کے منہ سے موتی نکلتے۔"[1]

اعمشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے

"ایک روز حضرت ابن عباسؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔ — دنیا میں یوں رہو۔ جیسے تم ایک مسافر یا راہ رو ہو۔

حضرت مجاہدؒ رمز شناس وحی اور عظیم مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد اور اسلام کے کفن بردوش سپاہی بھی تھے۔ آپ کا یہ جذبہ آخر عمر تک آپ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۶ھ میں جب مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر روانہ کیا تو باوجود کبر سنی کے آپ اس میں شریک ہو گئے۔ پھر جب سلیمان وفات پا گئے اور مسلمانوں کو قسطنطنیہ سے محاصرہ اٹھانا پڑا۔ تو آپ بھی عراق واپس ہوئے۔ اور کچھ مدت تک کوفہ میں قیام فرمایا۔

آپ اپنی رائے پر مصر اور قول پر جمے رہتے تھے جب کوئی رائے قائم فرماتے تو اس وقت تک اس سے نہ ہٹتے جب تک اس کے مقابلے میں دوسری قوی دلیل کی وجہ سے اس کا ضعف ظاہر نہ ہوتا۔ لیکن حق واضح ہو جانے کے بعد اپنی رائے بدلنے میں پس وپیش بھی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ منصورؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے آپ سے ذیل کی دعا کے بارے میں دریافت کیا۔

اللھم ان کان اسمی من السعداء فاثبتہ فیھم وان کان فی الاشقیاء فامحہ منھم واجعلہ من السعداء — اے اللہ اگر میرا نام مبارک اور نیک ہو تو اسے باقی رہنے دے اور اگر شقی اور نامبارک ہو تو اسے مٹا کر سعید اور نیک ناموں سے بنا دے۔

تو آپ نے شقاوت وسعادت میں تغیر کی اس دعا کی تحسین فرمائی لیکن صرف ایک سال بعد میں ان سے دوبارہ ملا۔ اور مذکورہ دعا کے بارے میں اس کی رائے پوچھی تو آپ نے سورہ دخان کی آیت إِنَّا أَنزَلْنَاهُ

---

[1] میزان الاعتدال ۳۹م ، ۴۴۰

فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم۔ پڑھ کر فرمایا۔

یقضی فی لیلۃ القدر ما یکون فی السنۃ من رزق او مصیبۃ ثم یقدم ما یشاء و یؤخر ما یشاء فاما کتاب الشقاء والسعادۃ فھو ثابت لا یغیر۔

لیلۃ القدر کی رات روزی اور مصائب سے متعلق امور کی ایک سال کے لئے تقدیر کی جاتی ہے پھر ان مقدر امور میں (دعاؤں کے اثر سے) تقدیم و تاخیر ہوتی رہتی ہے لیکن بدبختی اور نیک بختی کی تقدیر اٹل ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی [1]

علوم میں علم تفسیر کے ساتھ آپ کو زیادہ شغف تھا اور جن آیات کی تفسیر آپ کو معلوم نہیں ہوتی تھی ان کی تفسیر جاننے کے لئے بے چین رہا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک بار فرمایا

لو اعلم من یفسر لی الآیۃ والمحصنات من النساء الی آخر الآیۃ لضربت الیہ اکباد الابل۔

اگر مجھے پتہ چلے کہ فلاں شخص آیت والمحصنات من النساء الخ کی تفسیر مجھے بتا دے گا۔ تو میں سفر کر کے اس کے ہاں ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔

آداب تلاوت کا بڑا پاس رکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ تلاوت کرتے وقت اگر جمائی آ جائے تو تلاوت کو تعظیماً روک دو یہاں تک کہ جمائی کا اثر زائل ہو جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت سورۃ الانشراح اور اس کے بعد والی سورتوں کے اختتام پر اللہ اکبر کہنے کا سلسلہ آپ ہی سے چلا۔[2]

آپ تبرک بالقرآن کے قائل تھے۔ حضرت لیث روایت کرتے ہیں کہ آپ قرآن مجید کی آیات لکھ کر بیماروں کو پلانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اسفار آپ سفر کے دلدادہ تھے۔ بیشتر اسفار علم کے سلسلے میں کئے۔ خصوصاً قرآن میں مذکورہ آثار قدیمہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے دور دراز کے علاقوں کی سیر کی۔ اس طرح آپ کی یہ سیاحت تفسیر قرآن میں آپ کے لئے ممد و معاون ثابت ہوئی۔ حضرت اعمشؒ نے اس سلسلے میں ایک عجیب و غریب واقعہ آپ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد کو جب بھی کسی تعجب خیز واقعہ یا مقام کی خبر ملتی۔ وہاں بنفس نفیس حاضر ہوتے۔ چنانچہ وہ بیر برہوت دیکھنے کے لئے حضر موت اور ہاروت و ماروت کی تحقیق کے سلسلے میں بابل تشریف لے گئے۔ جب بابل پہنچے تو وہاں کے بادشاہ وقت سے درخواست کی کہ اس کی ملاقات ہاروت و ماروت سے کرائی جائے۔ بادشاہ نے ایک یہودی جادوگر کو بلوایا۔ اور کہا کہ وہ مجاہد کی راہ نمائی کرے۔ یہودی اس شرط پر راضی ہوا کہ حضرت مجاہد

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۳ ص ۱۱۲ [2] غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ج ۲ ص ۴۳

ہاروت و ماروت کے ہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کریں گے۔ پھر وہ اسے ایک قلعہ میں لے گیا۔ جہاں ایک بڑا پتھر ہٹا کر ایک سرنگ نما راستہ بنایا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں پھر اس نے مجھے کہا کہ میرا پاؤں پکڑ کر آؤ۔ وہ مجھے لے کر ایک گڑھے نما بڑے تہہ خانے میں لے آیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ہاروت و ماروت دونوں الٹے لٹکے ہوئے ہیں جسامت میں وہ دو بڑے پہاڑوں کے مانند تھے۔ جونہی میں نے ان کو دیکھا میرے منہ سے نکلا "سبحان اللہ خالقکما"۔ یہ سنتے ہی ان میں ہیجان و اضطراب پیدا ہو گیا۔ اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر رہے ہوں۔ یہ بھیانک منظر دیکھ کر شدت خوف سے میں اور یہودی دونوں بے ہوش ہو گئے۔ پھر یہودی مجھ سے پہلے ہوش میں آیا اور کہا۔ "تم نے تو اپنے آپ کو اور مجھے ہلاک کر دیا۔"[۱]

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے متعدد اسفار میں ان کے شریک سفر رہے قسطنطنیہ مصر اور عراق کا سفر کیا اور یہی وجہ ہے کہ امام عبدالغنی المصری نے آپ کو مصریین اور امام قتیبہؒ نے آپ کو اہل عراق میں سے شمار کیا ہے۔

شیوخ و اساتذہ حضور نبی کریمؐ کی زندگی ہی میں صحابہ کرامؓ جزیرہ عرب میں تعلیم امت کی خاطر پھیل گئے۔ یہ سلسلہ خلفاء راشدین کے زمانے میں اور بھی وسیع تر ہو گیا۔ اور صحابہ کرام نے ملک کے گوشے گوشے میں انفرادی طور پر درس کے حلقے قائم کئے۔ ایسے متعدد حلقے حضورؐ کی وفات کے بعد معرض وجود میں آئے جن میں تفسیر سے متعلق بعض حلقے زیادہ مشہور ہوئے۔ مثلاً مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کے حلقے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی حضرت مجاہد بھی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے درس کو خوشہ چینوں اور ان کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، علی، سعد بن ابی وقاص، رافع بن خدیج، اسید بن ظہیر، ابو سعید الخدری، عائشہ، ام سلمٰی، جویریۃ بنت الحارثؓ ابو ہریرہ، ام ہانی، جابر بن عبداللہ، عطیۃ القرظی، سراقہ بن مالک، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن السائب ان کے والد سائب، ابو معمر، عبداللہ بن سخبرہ، عبدالرحمن بن صفوان، عمرو بن الاسود، مورق العجلی، ابو عیاش الزرقی، ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود اور ام کرز الکعبیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہ شمار کئے ہیں۔[۲]

علامہ ابن خلدون نے آپ کے اساتذہ میں طاؤس بن کیسان خولانی کا ذکر بھی کیا ہے۔[۳]

لیکن امام ابو زرعہ، علامہ ابن معین اور ابن خراش وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے آپ کا سماع ثابت نہیں۔[۴]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۳ [۲] تفسیر مجاہد ص ۴۵ [۳] وفیات ج ۲ ص ۵۰۹ [۴] میزان الاعتدال ص ۴۴۰

علامہ ابن معینؒ کے خیال میں حضرت عائشہؓ سے بھی آپ کا سماع ثابت نہیں ہے[1]
لیکن امام ابن المدینیؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے ہاں آپ کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے۔[2]

حافظہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت قوی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابن عمرؓ کو بھی آپ کے حافظہ پر رشک ہونے لگا۔ چنانچہ فرمایا

وددت ان نافعاً یحفظ حفظك — میری خواہش ہے کہ (میرے شاگرد رشید) نافع کو بھی آپ جیسی قوت حافظہ ملتی۔[3]

علمی مرتبہ: آپ تحصیل علم میں بہت حریص واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ جب حضرت جابرؓ کا صحیفہ آپ کے ہاتھ لگا تو بڑے شوق و مسرت سے اسے یاد کیا۔ اسی طرح جب بھی آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں یہودی یا نصرانی کے پاس کچھ مفید معلومات ہیں تو آپ بلا جھجک ان سے دریافت فرماتے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے تین مرتبہ ابن عباسؓ کے سامنے قرآن مجید اس طرح ختم کیا کہ ہر آیت پر میں اسے ٹھہر کر پوچھتا کہ یہ آیت کس موقعہ اور کس حالت میں نازل ہوئی۔[4]

اسی شوق نے آپ کو دلیس دلیس کے سفر پر مجبور کر دیا اور قسم قسم کے تاریخی آثار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ علم تفسیر میں آپ نے بیشتر استفادہ حضرت ابن عباسؓ ہی سے مکہ میں کیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ مختلف علاقوں کی سیاحت کی طرف متوجہ ہوئے۔ علماء سے ملاقاتیں کیں۔ تجربات و مشاہدات میں اضافہ ہوا صحابہ کرام کی آراء کا موازنہ کر کے راجح رائے کا انتخاب کیا۔ اور لغت، اسالیب عرب اور معانی الفاظ میں خوب دسترس حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تیرے پاس مجاہد سے تفسیر پہنچے تو یہی تیرے لئے کافی ہے۔

علم تفسیر کے علاوہ آپ کو قرآن مجید کی مختلف قرأتوں کا بھی کافی علم تھا چنانچہ بڑے بڑے قراء حضرات نے آپ سے قرأت میں استفادہ کیا جن کا تذکرہ ہم تلامذہ میں کریں گے۔

ائمہ کرام نے کثرت سے آپ کی عدالت کی شہادت دی ہے ابن جریجؒ کہتے ہیں۔

لأن اکون سمعت مجاهداً احب الی من اهلی ومالی۔ — حضرت مجاہد سے کچھ سننا مجھے اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے زیادہ محبوب ہے۔[4]

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔

---

[1] طبقات المفسرین ج۲ ص۳۰۶ [2] تہذیب التہذیب ج۱ ص ۴۳، ۴۴ [3] میزان الاعتدال ج۳ ص ۴۳۹ [4] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۹۲

اجمعت الامۃ علی امامۃ مجاہد والاحتجاج بہ وقد اخرج لہ اصحاب الصحاح الستۃ

تمام امت حضرت مجاہد کی امامت پر متفق ہے اور ان کی روایات قابل استدلال گردانتی ہے آپ سے صحاح ستہ کے تمام محدثین نے روایات بیان کی ہیں[1]

سلمہ بن کہیل فرماتے ہیں کہ میں نے علم میں للہیت عطاءؒ، طاؤسؒ اور مجاہدؒ کے سوا کسی میں نہیں دیکھی۔ علاوہ ازیں امام ابوزرعہ، ابن معین، ابوالعباس نباتی اور ابن جریر رحمہم اللہ نے صراحتہً آپ کی توثیق کی ہے۔ یہی نہیں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی نظر میں بھی حضرت مجاہد عظیم المرتبہ عالم تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

"میں ابن عمرؓ کے ہمراہ سفر میں ہوتا جب میں سوار ہونے کا ارادہ کرتا۔ تو ابن عمرؓ آکر میری رکاب پکڑتے اور جب میں سوار ہو جاتا تو میرے کپڑے سمیٹ کر برابر کر لیتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے مرتبہ کا لحاظ کر کے مجھے یہ بات اچھی نہ لگی۔ چنانچہ ایک بار میں نے اس کا اظہار کر دیا تو انہوں نے فرمایا "مجاہد تم تنگ دل ہو"[1]

مجاہد اور علم تفسیر حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ میں آپ سب سے زیادہ ثقہ اور محتاط ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی تفسیر پر تمام ائمہ حدیث و تفسیر اعتماد کرتے ہیں۔ آپ کی عدالت و ثقاہت کا بین ثبوت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی جامع کی کتاب التفسیر کا بڑا حصہ امام مجاہد ہی سے روایت کیا ہے۔ اور آپ کی رائے پر اعتماد اور تفسیر میں بالغ نظری کا اعتراف کیا ہے۔ خود آپ ہی کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کے روبرو تیس مرتبہ قرآن مجید پڑھا۔ ظاہر ہے کہ یہ قرأت محض اتمام ضبط، حسن ادا اور صحت تجوید جیسے امور کے لئے تھا ورنہ تفسیر کے لئے ہم پہلے آپ ہی کا قول نقل کر چکے ہیں۔ کہ تین مرتبہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے سامنے قرآن مجید یوں پڑھا کہ ہر آیت کے شان نزول اور کیفیت نزول کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں۔"اپنے ہمعصروں میں آپ سب سے زیادہ علم تفسیر سے واقف تھے"[2]

یہی مضمون حضرت مصعب، قتادہ، حماد، ابن عطیہ اور ابن کثیر رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں "سلف معانی قرآن کو خوب سمجھتے تھے۔ خصوصاً امام مجاہد تو تفسیر میں نشانی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی تفسیر پر امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام احمد وغیرہ سب اعتماد کرتے ہیں"

لیکن اس کثرت سے توثیق کے باوجود علامہ نباتیؒ نے ابن حبان بستی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی

---

[1] تفسیر مجاہد ص ۴۳ [2] وفیات ج ۲ ص ۳۷۲

کتاب الضعفاء میں مجاہدؒ کا ذکر بھی موجود ہے۔ ان کے علاوہ کسی نے آپ کو ضعفاء میں سے شمار نہیں کیا ہے۔ علامہ نباتی آگے کہتے ہیں۔ "مگر مجاہد بلا ریب ثقہ ہی ہیں"[1]

اور شاید اس تضعیف کا سبب وہ الزام ہے جس کا ذکر ابوبکر بن عیاش نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"میں نے اعمشؒ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ مجاہد کی تفسیر میں اختلاف ہے یا شاید یہ پوچھا کہ لوگ مجاہد کی تفسیر سے پہلو تہی کیوں کرتے ہیں۔ تو اعمشؒ نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے خیال میں مجاہد اہل کتاب سے پوچھ کر تفسیر کرتے ہیں"[2]

نباتیؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد کی تفسیر میں سب سے زیادہ جس چیز کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے وہ سورہ اسراء کی آیت "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" کی تفسیر میں ان کا یہ قول ہے۔ "یجلسہ معہ علی العرش" یعنی اللہ تعالیٰ حضور نبی کریمؐ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھا دیں گے۔"

مگر بایں ہمہ مجاہد کی ذاتی صدق و عدالت میں کوئی طعن موجود نہیں۔ مشہور ائمہ میں سے کسی نے آپ کی تضعیف کی جرأت نہیں کی۔ رہا اہل کتاب سے روایت اتو ہمارے خیال میں آپ نے اس میں احتیاط کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ حبر الامت ابن عباسؓ کے تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سختی کے ساتھ اہل کتاب سے روایت کرنے والوں پر انکار فرماتے ہیں۔

مجاہد اور فقہ آپ کی تمام تر توجہ تفسیر پر رہی اور اسی میدان میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر ڈالیں۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

"مجھے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو"[3]

کبھی کبھی فقہ میں بھی بحث فرماتے ہیں لیکن وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ مثلاً سورہ جمعہ کی آیت فاذا قضیت الصلوٰۃ کی ذیل میں کہا جاتا ہے۔

انہ کرہ ان یباع بعد زوال الشمس قبل القضاء الصلوٰۃ وقال مثل ھذا البیع انہ مردود[4]	جمعہ کے روز زوال اور نماز جمعہ پڑھنے کے درمیان خرید و فروخت آپ کے نزدیک مکروہ تھی اور اس قسم کی خرید و فروخت کو آپ مردود (واجب الرد) کہا کرتے تھے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ فقہ سے ناواقف تھے۔ بلکہ دراصل آپ اپنی وسعت علمی اور تفقہ کے باوجود

---

[1] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹ ۴۳ [2] ایضاً [3] تفسیر مجاہد ص ۳۲ [4] ایضاً

افتاء سے کنارہ کش رہتے تھے چنانچہ عبدۃ ابن ابی لبابہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات مجاہد سے ہوئی انہوں نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا۔

اذا تراءی المتحابان فی اللّٰہ فاخذ احدھما بید صاحبہ وضحک الیہ تحاتت خطایا ہ کما یتحات ورق الشجر۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے دو دوست جب ایک دوسرے کو دیکھ لیں پھر ان میں سے ایک ہنس کر دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے تو دونوں کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

حضرت عبدہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ عمل تو بہت چھوٹا ہے تو حضرت مجاہد نے فرمایا۔

"یوں مت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،۔

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِہِمْ ؕ

اگر وہ سارے کا سارا خرچ کر دیتا تو جو کچھ زمین میں ہے تب بھی ان کے دلوں میں الفت نہیں ڈال سکتا۔

یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ مجاہد فقہ میں مجھ سے برتر ہیں۔

تلامذہ آپ کے مشہور شاگردوں میں بقول ابن حجر ایوب سختیانی، عطاء، عکرمہ، ابن عون، عمر بن دینار، فطر بن خلیفہ، ابواسحٰق السبیعی، ابوالزبیر مکی، یونس بن ابی اسحٰق، قتادہ، عبیداللہ بن ابی یزید، ابان بن صالح، بکیر بن الاخنس، حبیب بن ابی ثابت، حسن بن عمر، حسن بن مسلم، حکم بن عتیبہ، یزید الیامی، عوام بن خوشب، سلمہ بن کہیل، سلیمان الاحول، سلیمان الاعمش، منصور، سیف بن سلیمان، مسلم البطین، طلحہ بن مصرف، عبداللہ بن کثیر، عبدالکریم بن مالک الجزری، مزاحم بن زفر، عبدۃ بن ابی امامہ، عثمان بن عاصم، اور عمر بن ذر وغیرہ [1]

علامہ ابن خلدون نے آپ کے تلامذہ میں مشہور مفسر "مقاتل" کا ذکر بھی کیا ہے [2]
علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے تلامذہ میں ابوعمرو بن العلاء اور ابن محیصن کو بھی شمار کیا ہے [3]
جب کہ علامہ شمس الدین جزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے آپ کے تلامذہ میں حمید بن قیس اور زمعہ بن صالح کا نام بھی لیا ہے [4]

---

[1] تفسیر مجاہد صفحہ ۴۶ [2] وفیات ج ۵ صفحہ ۲۵۵ [3] تذکرہ ج ا ص ۹۲ [4] غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ج ۲ ص ۴۲

علاوہ ازیں علامہ طبری نے سورہ البقرہ کی آیت "اِنّی اَعلَمُ مَالَا تعلمُون" کی تفسیر میں آپ کے بیٹے عبدالوہاب بن مجاہد کے واسطے سے آپ کی روایت نقل کی ہے ۔لیکن محدثین کی کثیر تعداد نے عبدالوہاب کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے ۔

تفسیر مجاہد کی خصوصیات | تفسیر میں آپ کی عادت تھی کہ آپ ماثور تفسیر لیا کرتے تھے لیکن جہاں کہیں کسی آیت کے بارے میں آپ کو اثر یا روایت نہیں ملتی تھی وہاں اصول کے مطابق رائے سے بھی تفسیر کیا کرتے تھے ۔آپ خود فرماتے ہیں ۔

افضل العبادۃ الرائے الحسن بہترین عبادت اچھی رائے ہے ۔

آپ کی تفسیر کا بیشتر حصہ حضرت ابن عباس رضؓ کی تعلیمات پر مبنی ہے لیکن ان کے مشہور تلامذہ میں سے ہونے کے باوجود آپ دوسرے صحابہ کی رائے بھی اختیار کرتے ہیں چنانچہ مجاہد سے مروی تفسیر میں آپ کی طرف اسی حصہ کی نسبت صحیح ہے جس میں آپ کی رائے ابن عباس رضؓ کی رائے سے مغائر ہے ۔یا جس کی سند آپ پر جا کر ٹھہر جاتی ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ مجاہد اہل لغت کے سرخیل اور آپ کی تفسیر سب سے پہلی غیر مرتب معجم (ڈکشنری) ہے جس میں آپ نے قرآن مجید کے الفاظ کی تشریح کی ہے ۔لغت دانی، اسالیب عرب پر مکمل عبور اور فقہی احکام میں کامل دسترس کی بناء پر آپ مشکل اور نادیدہ و غیر مالوف الفاظ کی بیّن توضیح، مغلق عبارات کی جاندار تشریح سیاق و سباق کی رعایت اور ازالہ اشکالات اس حسن و خوبی سے کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا مقولہ کی صداقت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ ساتھ ساتھ آپ پرانی روایات اور آیات متعلقہ سے قصوں کو بھی اشارہ کرتے ہیں ۔یوں آپ کی تفسیر قدیم منقول اور جدید معقول تفسیر کا حسین امتزاج ہے ۔ جو ایک طرف آپ کی جودت طبع قوت رائے و اجتہاد ، فہم آیات اور فقہ میں مہارت پر دلالت کرتی ہے ۔ دوسری طرف یہ تفسیر صحابہ کرام رضؓ کے قائم کردہ اصول تفسیر کے حدود سے بھی متجاوز نہیں ۔آپ کی تفسیر کا سب سے قدیم نسخہ دارالکتب المصریہ قاہرہ میں پایا گیا جس کے کل اٹھانوے صفحات تھے اور آٹھ اجزاء پر مشتمل تھا ۔یہ نسخہ ۴۴۷ ھ میں جمع کر کے لکھا گیا تھا ۔پھر جامعۃ الدّول العربیہ نے ادارہ احیاء مخطوطات کے لئے اس کا عکس لیا اور یہی عکسی نسخہ ہے جس پر آج کل اعتماد کیا جا سکتا ہے ۔

الغرض حضرت مجاہدؒ اپنے دور کے عظیم مفسّر تھے ۔آپ نے قرآن کی خدمت کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دیا تھا اور اپنی اجتہادی قوت اور لغوی مہارت کے ذریعے عصری تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لغت میں تفسیر کی داغ بیل ڈالی ۔آپکی ساری زندگی ایک طالب علم کے لئے قابل تقلید نمونہ اور تعلیم و تعلّم میں محنت و جد و جہد کی طرف دعوت ہے ۔